ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس میں آدمی نقصان کا خطرہ (RISK) مول نہ لیتا ہو اور جس میں آدمی کے لیے لازماً ایک مقررہ منافع کی ضمانت ہو۔ پھر آخر پوری کاروباری دُنیا میں ایک قرض دینے والا سرمایہ دار ہی ایسا کیوں ہو جو نقصان کے خطرے سے بچ کر ایک مقررہ اور لازمی منافع کا حقدار قرار پائے؟ (تفہیم القرآن جلد ۱ ص ۲۱۲ حاشیہ ۳۱۷)

پس جو کمپنی بھی لوگوں سے ۱۵٪ (یا کم و بیش) منافع کی بنیاد پر رقم جمع کرتی ہے، سودی کاروبار میں مبتلا ہے، اس لیے اس کے پاس رقم جمع کرا کے منافع حاصل کرنا جائز نہیں ہے۔

اللہ اور خدا

سوال:- پچھلے حج پر سعودی حکومت کی طرف سے رسالہ توعیہ اسلامیہ حجاج میں تقسیم کیا گیا تھا۔

اس میں ایک مضمون "کیا اللہ کو خدا کہنا صحیح ہے؟" نظر سے گزرا جو اُلجھن کا سبب بن گیا ہے۔ آپ لوگوں کے قیمتی وقت کو دیکھتے ہوئے سوال کرنے کی جسارت نہ کر سکا۔ لیکن اب میں دیکھ رہا ہوں کہ سعودی عربیہ میں میری طرح کانی پاکستانی احباب اس اُلجھن سے دوچار ہیں۔

ایسے مشکل مسائل کے حل کا ذریعہ سید صاحبؒ کی علمی یا اُن کی منظم جماعت کے چند افراد ہیں۔ حوالہ کے لیے رسالہ توعیہ اسلامیہ ارسال خدمت ہے۔

جواب:- آپ کا خط ملا اور اُس کے ساتھ "توعیہ اسلامیہ" نامی رسالہ بھی ملا۔ اس میں شائع شدہ مضمون "کیا اللہ تعالیٰ کو خدا تعالیٰ کہنا صحیح ہے" میں مضمون نگار نے بزعم خویش کتاب و سنت کی رُو سے "اللہ" کے لیے لفظ "خدا" کے استعمال کو ناجائز ٹھہرانے کی کوشش کی ہے۔ اس سلسلے میں آپ نے ہماری رائے پوچھی ہے جو

درج ذیل ہے۔

اس طرح کے اہم، دقیق اور نازک مسائل میں رائے دینے کے لیے کتاب و سنت کا وسیع اور گہرا علم رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ یہ بات افسوس ناک ہے کہ ایسا شخص جو نہ محدث ہے نہ مفسر ہے، نہ فقیہ ہے نہ مفتی، اہلیت نہ رکھتے ہوئے فتویٰ جاری کر دیتا ہے۔ اور اسے "توعیہ اسلامیہ" جیسے رسالہ میں شائع کر دیا جاتا ہے، اس کا نتیجہ صرف فکری انتشار کی صورت میں نکل سکتا ہے جس کے لیے "توعیہ اسلامیہ" جیسے رسالہ کو استعمال کرنے کی کسی طرح اجازت نہیں ہونی چاہیے۔ جہاں تک نفس مسئلہ کا تعلق ہے تو اس بارے میں ہمارے نزدیک کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے لیے لفظ "خدا" کا استعمال شروع سے آج تک ہر دور اور ہر علاقے میں علما کے ہاں جائز رہا ہے۔ اور کسی کو بھی اس کے جواز کے بارے میں تردد نہیں ہوا۔ بالخصوص ہند و پاک کے ایسے مجددین اور مصلحین جنھوں نے فارسی زبان کو اظہار ما فی الضمیر کا ذریعہ بنایا ہے اور اس زبان کی باریکیوں پر اچھی طرح عبور رکھتے تھے، انھوں نے بھی اس لفظ کو استعمال کیا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی سرہندی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ عبدالعزیز، شاہ اسماعیل شہید اور ان کے بعد دیوبندی، بریلوی اور اہل حدیث مکاتب فکر کے ائمہ سب نے اسے استعمال کیا ہے۔ اگر اس لفظ کے استعمال میں کوئی خرابی ہوتی تو یہ ممکن نہ تھا کہ عرصۂ دراز تک اس لفظ کا بلا نکیر استعمال ہوتا رہتا۔ اور یہ منکر کام جاری رہتا۔ قرآن پاک اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ اس امت کا گمراہی پر مجتمع ہونا کسی بھی دور میں اور کسی بھی صورت میں ممکن نہیں ہے۔

وکذلک جعلنکم امۃ وسطا لتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدا۔

(اور اسی طرح ہم نے تمھیں امت وسط بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر حق کے گواہ بن کر کھڑے ہو جاؤ اور رسول تم پر گواہ بنے)

لفظ "خدا" کے بارے میں امت نے اپنے عمل سے آج تک یہی گواہی دی ہے کہ اس کا استعمال جائز اور درست ہے۔ اب امت کی اس گواہی کے مقابلہ میں کسی ایک شخص کی رائے کا کیا

وزن رہ جاتا ہے۔

اگر مضمون نگار کے زعم کے مطابق ضروری ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے وہی نام استعمال کیے جائیں جو عربی زبان میں ہیں اور جن کا ذکر کتاب وسنت میں آیا ہے اور ان کا ترجمہ بھی نہیں کیا جا سکتا تو ضروری تھا کہ عجمی ممالک کے دائرۂ اسلام میں داخل ہونے کے ساتھ ہی نومسلموں کو اس سلسلہ میں خصوصی ہدایات جاری کی جاتیں اور یہ بات ہر خاص و عام کو معلوم ہو جاتی کہ "اللہ تعالیٰ" کے لیے دوسری زبانوں میں پائے جانے والے ناموں کا استعمال درست نہیں ہے۔ اسی طرح دوسری زبانوں میں استعمال ہونے والے نام اولاً تو ختم ہی ہو جاتے یا باقی رہتے تو صرف چند جاہل عوام میں، اہلِ علم میں ان کا استعمال سرے سے نہ پایا جاتا۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جن ناموں کا استعمال "اہلِ علم" کے ہاں رائج رہا ہے ان کا استعمال شرعاً جائز ہے۔

اسی بنا پر اہلِ علم نے اللہ کے اسماء کو توقیفی قرار دیا ہے۔ مضمون نگار نے توقیفی ہونے کا مطلب یہ سمجھا ہے کہ کتاب وسنت میں اس کا ذکر ہو حالانکہ کتاب وسنت کے ... اجماع بھی اس میں شامل ہے۔ اور جو نام اجماع سے ثابت ہوں ان کا استعمال بھی اسی طرح جائز ہے جس طرح کتاب وسنت سے ثابت ناموں کا استعمال جائز ہے۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں:۔

"لا یصح وضع اسم اللہ بنظر الا بتوقیف من القرآن او الحدیث او الاجماع"

(الجامع لاحکام القرآن جلد ۹-۱۰ ص ۳۴۳)

(اللہ تعالیٰ کے لیے نام مقرر کرنا صحیح نہیں ہے بلکہ قرآن یا حدیث یا اجماع سے اس کا ثابت ہونا ضروری ہے)۔

ہمارے علم کے مطابق یہ مسئلہ اجماعی ہے اور ہر دور کے اہلِ علم اس کے استعمال پر متفق رہے ہیں۔ چند اہم بزرگوں کا کلام بطور نمونہ درج ہے:۔

"باید دانست کہ اسماء الٰہی توقیفی اند"

(مکتوبات مجدد دفتر دوم حصہ ہفتم مکتوب ۶۷ ص ۴۲)

(جاننا چاہیے کہ اسماء الٰہی توقیفی ہیں)

اسماء الٰہی پر گفتگو کرنے اور اس کے بارے میں مذکورہ اصول کو بیان کرنے کے بعد متصلاً فرماتے ہیں.....

"و کلام لفظی را نفی کردن و کلام خدا ناگفتن کفر است"

(کلام لفظی کی نفی کر دینا اور اُسے خدا کا کلام نہ کہنا کفر ہے)

"بنام خدائے بخشائندہ مہربان" (بسم اللہ کا ترجمہ از شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ)

"ستائش خدا است پروردگار عالمہا" (الحمد للہ کا ترجمہ از شاہ ولی اللہ)

"نیست حکم مگر خدا را" (ان الحکم الا اللہ کا ترجمہ)

"و ایں قسم نیرنگہا از عجائبات معاملات خدا است" (فتاوی عزیزی جلد ا ص ...)

"خدا خدا ہست و بندہ، بندہ او" (شیخ عبد الحق محدث دہلوی بحوالہ فتاوی نذیریہ جلد ا ص ۹۵)

"اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں اس کے بہترین نام ہیں" (تفہیم القرآن جلد ۳ سورہ طٰہ آیت ۸)

مضمون نگار کی یہ بات درست ہے کہ:۔

"کسی نام کا ترجمہ نام نہیں ہوتا اور نہ ہی نام کا ترجمہ نام کی جگہ استعمال ہوتا ہے لیکن کسی کے متعدد نام ہوں تو ایک نام کو دوسرے کی تشریح کے طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اور یہ لغت کا ایک عام اور معروف و مسلمہ اُصول ہے جس سے لغت کا ہر طالب علم واقف ہے۔ اس کی بے شمار مثالیں دی جا سکتی ہیں لیکن ہم صرف ایک مثال پر اکتفا کرتے ہیں۔

امام ترمذی باب فضل یوم الجمعہ میں ابوالاشعث صنعانی کی روایت نقل کرتے ہیں اور پھر ابوالاشعث کا تعارف کراتے ہوئے کہتے ہیں "و اشعث الصنعانی

اسمہ شرجیل بن آدہ" اشعث کا نام شرجیل بن آدہ ہے۔ اس طرح اشعث اور شرجیل ایک شخص کے دو نام، ایک دوسرے کی تشریح میں ذکر کیے جائیں تو اس پر کسی کو اعتراض کرنے کی جسارت نہیں کرنا چاہیے"۔

اسی اُصول کے پیشِ نظر حضرت علی کے لیے "حیدر کرار" اور "ابو تراب" کے دو نام عام طور پر لفظ "علی" کو اس کے ساتھ ذکر کیے بغیر بھی استعمال کیے جاتے ہیں اور حیدر کرار کی تشریح کرتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ اس سے حضرت علی مراد ہیں۔

لفظ خدا کی لغوی تحقیق پیش کرتے ہوئے مضمون نگار لکھتے ہیں......

"فارسی زبان والے اسم الٰہی کا ترجمہ خدا کر کے تشریح یوں کرتے ہیں کہ خدا وہ ہے جس نے خود بخود ظہور فرمایا ہے۔ جیسے خود رو پیدا وار"۔

"جیسے خود رو پیدا وار" مضمون نگار کا اپنا گستاخانہ اضافہ ہے۔ "جس نے خود بخود ظہور فرمایا" کے الفاظ میں کوئی قابلِ اعتراض چیز نہیں ہے بلکہ یہ تو بعینہٖ "الظاھر" کا ترجمہ ہے۔ جو قرآن پاک میں وارد ہے۔ "ھو الاوّل والاخر والظاھر والباطن"۔

ہماری سمجھ سے یہ بات بالاتر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خود بخود ظاہر ہونے میں کوئی اعتراض کا پہلو ہو۔ چنداں ضرورت تو نہ تھی کہ لفظ خدا کی کوئی مزید وضاحت پیش کی جائے تاہم درج ذیل تشریحات ملاحظہ ہوں۔

"خدا: خدائے بفتح اول نام ذات باری تعالیٰ است ہمچو اِلٰہ و اللہ"
(برہان قاطع)

خدا، مالک، صاحب، خود آنے والا۔ اس صورت میں یہ لفظ مرکب ہے، کلمہ "خود" اور کلمہ "آ" سے، اس لیے کہ حق تعالیٰ اپنے ظہور میں کسی کا محتاج نہیں ہے۔ یہ لفظ مطلق ہوتا ہے تو سوائے ذاتِ باری تعالیٰ کے کسی دوسرے پر اطلاق نہیں ہوتا۔
(لغات کشوری)

مضمون نگار نے "خداوند" کے معنی "مثیل خدا" کے کیے ہیں۔ یہ لغت نہیں بلکہ ان کی ذاتی اختراع ہے۔ اسی طرح اگر ایک لفظ متعین ہو کر اللہ کے سوا دوسروں کے لیے

بھی استعمال ہوتا ہو تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ "مطلق" ہو تو اس کا استعمال اللہ تعالیٰ کے لیے درست نہ ہو، لفظ رب، رحیم اور دوسرے بے شمار نام اللہ کے لیے بھی استعمال ہوتے ہیں اور غیر اللہ کے لیے بھی، البتہ لفظ "خدا" جب مطلق ہو تو اللہ کے سوا کسی دوسرے کے لیے استعمال نہیں ہوتا۔ (لغات کشوری)

لغات کشوری کی دی گئی تشریح کے مطابق لفظ "خدا" "لم یلد ولم یولد" کا مفہوم بھی اپنے اندر رکھتا ہے۔ پس جس طرح اللہ کو "لم یلد ولم یولد" کہنا درست ہے جیساکہ قرآن پاک میں ہے اسی طرح خدا کہنا بھی درست ہے۔ ان دونوں میں کوئی فرق نہیں۔

ابن عربی نے احکام القرآن میں اللہ تعالیٰ کے ۹۹ ناموں کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جمعہ کی گھڑی کی طرح قرآن و سنت میں مخفی رکھ دیے گئے ہیں انہیں وہاں سے تلاش کیا جائے۔ اسی طرح ابن عربی، ابن تیمیہ اور دوسرے تمام محققین کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ ترمذی کی ایک روایت میں اور بعض دیگر روایات میں جن دیگر روایات میں جن ننانوے ناموں کی تعیین کی گئی ہے یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ کے لیے ان مخفی ۹۹ ناموں کے علاوہ اور بہت سے نام بھی ہیں البتہ جنت کا وعدہ ۹۹ ناموں کے ساتھ متعلق ہے۔

(فتاویٰ ابن تیمیہ جلد ۶ ص ۳۸۰ ، ۳۸۱)

اس لیے مضمون نگار کا ۹۹ ناموں کو متعین کر کے ان کے علاوہ باقی ناموں کی نفی کرنا بھی اس مسئلہ سے اس کی جہالت کی دلیل ہے۔

ابن عربی نے کتاب و سنت سے ان مخفی ناموں کی تلاش کرتے ہوئے نمبر ۱۷ پر "الکائن" کے نام کا ذکر کیا ہے جس کا بہترین معنی صرف "خدا" ہو سکتا ہے فرماتے ہیں:

"الکائن وھو الموجود قبل کل شئ وبعد کل شئ"

(احکام القرآن جلد ۲ ص ۸۰۹)

مضمون نگار نے سورۂ اعراف کی آیت کی روشنی میں لفظ " خدا " کے استعمال کو الحاد قرار دیا ہے۔ حالانکہ شاہ ولی اللہ سے لے کر مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ تک متعدد مترجمین نے خود اس آیت کے ترجمہ میں بھی " لفظ خدا " کا استعمال کیا ہے۔ اس سے بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ مضمون نگار اس مسئلہ کے بارے میں کتنی معلومات رکھتے ہیں اور ان کا مبلغ علم کیا ہے۔

اگر بقول مضمون نگار اللہ تعالیٰ کے لیے دوسری زبانوں کے ایسے ناموں کا استعمال بھی الحاد میں شامل ہے جس کے استعمال پر تعامل امت رہا ہے تو پھر مضمون نگار کے علاوہ ساری امت کو نعوذ باللہ ملحد ماننا پڑے گا۔

پس ضرورت اس بات کی ہے کہ جس طرح ہر شخص کو کسی مریض کا اپریشن کرنے کی اجازت اس وقت تک نہیں دی جا سکتی جب تک وہ اس فن میں ماہر نہ ہو، اسی طرح اسلام کے کسی مسئلہ کے بارے میں بھی مطلوبہ اہلیت کے بغیر کسی کو رائے زنی کی اجازت نہیں دینا چاہیے۔ خصوصاً " توعیہ اسلامیہ " کو اس مضمون کی اشاعت پر متعلقہ لوگوں سے اس بات کا نوٹس لینا چاہیے کہ ایک ایسا آدمی جس کی رائے اس مضمون پر کوئی اہمیت نہیں رکھتی تھی اسے اس رسالہ میں کیونکر جگہ دی گئی۔

امید ہے کہ ہمارا یہ مختصر تبصرہ اور رائے آپ کے لیے باعث اطمینان ہوگی ان شاء اللہ

احتیاط

ترجمان القرآن میں ضرورت استدلال کے لیے آیات و احادیث شائع ہوتی رہتی ہیں۔ قارئین سے گزارش ہے کہ جن اوراق پر آیات و احادیث ہوں۔ اُن کا خاص احترام ملحوظ رکھیں تاکہ بے ادبی نہ ہونے پائے۔

(ادارہ)